جب آپ کو معلوم ہوا کہ گوٹھ پیر جھنڈہ تعلقہ ہالہ ضلع حیدرآباد میں پیر محمد راشد روضہ دھنی (موسس اعلیٰ خاندان راشدیہ) کے پوتے پیر رشیدالدین عرف "بیعت دھنی" ایک خدا رسیدہ بزرگ ہیں جن کے پاس ایک نایاب کتب خانہ بھی موجود ہے تب مولانا صاحب کو گوٹھ پیر جھنڈہ آنے کا شوق پیدا ہوا۔ اسٹیشن رک سے گاڑی پر سوار ہو کر سرہاری اسٹیشن سے اترے اور وہاں سے بارہ میل پا پیادہ سفر کر کے رات کے کسی حصہ میں پیر جھنڈہ کی مسجد میں سو گئے۔ صبح کو پیر رشیدالدین صاحب العلم الثالث اور ان کے صاحبزادہ مولانا رشداللہ صاحب سے آپ کی ملاقات ہوئی اور آپ نے اپنا علمی مقصد پیش کیا۔ پیر صاحبان نے بڑی خوش روئی اور خندہ پیشانی سے مولانا صاحب کو کتب خانہ دیکھنے اور کتابوں کے مطالعہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی، اس کے بعد مولانا صاحب پر پیر صاحب کا اتنا اعتماد بڑھ گیا کہ اگر وہ کوئی کتاب مطالعہ کے لئے امروٹ لے جانا چاہتے تھے تو اس کی بھی اجازت مل جاتی تھی اور پیر صاحب کی مجلس میں سلوک اور معرفت کی باتیں ہوتی تھیں اور علمی گفتگو کی مجلسیں گرم رہتی تھیں، اور مولانا صاحب فرصت کے اوقات میں امروٹ سے گوٹھ پیر جھنڈہ آتے رہتے تھے۔

پیر رشیدالدین عرف "بیعت دھنی" کی وفات

۱۳۱۷ھ میں پیر رشیدالدین صاحب عرف "بیعت دھنی" اللہ کو پیارے ہو گئے۔ پیر رشیدالدین کو "بیعت دھنی" یعنی بیعت کے مالک، اس لئے کہتے تھے کہ وہ جہاد کے دلدادہ تھے اپنے مریدین اور معتقدین سے کفار کے خلاف جہاد کرنے پر بیعت لیتے تھے اور غیر اللہ سے سوال نہ کرنے کا بھی عہد لیتے تھے۔

پیر محمد راشد شاہ عرف روضہ دھنی

- پیر سید صبغت اللہ شاہ
  - سجادہ نشین اول پاگارہ
- یٰسین شاہ اول جھنڈہ والا
  - فضل اللہ شاہ
  - رشیدالدین شاہ
    - رشداللہ شاہ

افغانستان کے حکام پیر محمد راشدؒ کے مرید و معتقد تھے، افغانستان کے بادشاہ نے پیر صاحب کو ایک جھنڈہ اس لئے دیا تھا کہ آپ امام (اور وقت کے حاکم سے مل کر) جہاد کریں۔

پیر محمد راشد صاحب نے اپنی مسند پر تو سید صبغتہ اللہ شاہ کو بٹھا گئے اور یہ جھنڈہ پیر یاسین شاہ کو مرحمت فرمایا اس لئے وہ صاحب العلم یا جھنڈہ والہ سے مشہور ہوگئے۔

پیر محمد راشد صاحب کی وفات کے بعد ان کے صاحب زادے الگ ہوگئے اور ہر ایک مستقل مسند کے مالک بن کر بیٹھے۔ پیر یاسین شاہ کی وفات کے بعد ان کے صاحب زادے فضل اللہ شاہ مسند نشین ہوئے۔ مگر جلد ہی حروں کے ہاتھوں شہید ہوگئے، ان کو صاحب العلم الثانی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان کی جگہ پر یاسین شاہ کے دوسرے صاحبزادے رشید الدین مسند نشین ہوئے اور وہ صاحب العلم الثالث کہلانے لگے۔ انہوں نے توحید اور جہاد پر بیعت لینا شروع کی اور پورے تیس سال جہاد اور توحید کی تبلیغ کرتے رہے، آخر ۱۳۱۷ھ میں وفات پاگئے۔ حضرت مولانا سندھیؒ کو "بیعت دھنی" سے بڑی عقیدتمندی تھی اور ہمیشہ ان کی بزرگی اور کشف و کرامت کی باتیں کرتے تھے۔

پیر رشید الدین صاحب کے دور میں یہاں صرف حفظ قرآن کا مدرسہ تھا۔ دو بڑے استاد تھے ایک حافظ محراب بلوچ اور دوسرے حافظ امین محمد صاحب منو وکچھ والے۔

پیر صاحب مولانا رشد اللہ صاحب کو یہ مبارک خیال آیا کہ قرآن مجید ناظرہ اور حفظ کا مدرسہ تو "بیعت دھنی" کے دور سے چل رہا ہے، جہاں سے بیسیوں حفاظ فارغ ہوکر قرآن پاک کی تعلیمی خدمت کر رہے ہیں، بہتر ہے کہ اس کے ساتھ ایک عربی مدرسہ بھی قائم کیا جائے تاکہ مسلمان قرآن پاک اور حدیث شریف کو سمجھ کر اسلام کی خدمت کریں۔

دل میں یہ ارادہ کرکے مولنا عبید اللہ صاحب سندھی کو امروٹ سے مشورہ طلبی کے لئے بلایا گیا۔ مولنا سندھیؒ کو تعلیم سے بڑی محبت تھی، برابر سات سال امروٹ میں پڑھاتے رہے پیر رشد اللہ صاحب کے بلانے پر جب گوٹھ پیر جھنڈہ پہنچے اور پیر صاحب کے خیالات سے واقف ہوئے تو بڑے خوش ہوئے اور یہاں رہ کر ان کو تعلیمی میدان میں مزید کام کرنیکا

موقعہ مل گیا، گوٹھ پیر جھنڈہ سے مانوس تو پہلے سے تھے، مطالعہ کتب کے لئے آتے رہتے اور یہاں پیر صاحبان سے علمی مجلسیں ہوتی رہتی تھیں، اس لئے مدرسہ کے قیام کا مشورہ قبول فرماکر مدرسہ کے انتظام اور اہتمام کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں رکھ کر کام میں لگ گئے مولانا پیر رشداللہ اور مولانا سندھی صاحب دونوں مل کر متوکلا علی اللہ، ماہ شعبان ۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۱ء بروز جمعرات مدرسہ کا افتتاح کیا اور مدرسہ کا نام مدرسہ عربیہ اسلامیہ "دارالرشاد" رکھا مولانا سندھی صاحبؒ فرماتے تھے کہ مدرسہ کے افتتاح کے وقت پیر صاحب کی مستورات نے اپنے زیورات دے کر مدرسہ کی امداد فرمائی، اور جب ہم افغانستان کی طرف ہجرت کر کے جارہے تھے تو شیخ عبدالرحیم سندھی حیدرآبادی (آچاریہ کرپلانی کے بڑے بھائی) کے گھرانے کی عورتوں نے اپنے زیورات دے کر ہمارے لئے زادراہ تیار کیا۔

مدرسہ میں مندرجہ ذیل حضرات مدرس مقرر ہوئے اور تعلیم باقاعدہ شروع ہوگئی

۱۔ حضرت مولٰنا عبیداللہ صاحب سندھی صدر مدرس و مہتمم مدرسہ دارالرشاد

۲۔ مولٰنا نجم الدین صاحب۔ ڈریالہ ضلع جہلم والے مدرس دوم

۳۔ مولٰنا محمد صاحب احمدانی لغاری ڈیرہ غازی خاں والے مدرس سوم

۴۔ مولٰنا عبداللہ صاحب لغاری مدرس چہارم

۵ حافظ امین محمد صاحب متوکچی

اسی دور میں مولٰنا سندھی صاحبؒ نے ایک مزید مدرس مولٰنا محمد امیر صاحب کو تعلیم کے لئے پنجاب سے بلایا تھا جو اہل و عیال کے ساتھ مدرسہ میں تشریف لائے لیکن ایک ہفتہ کے بعد واپس چلے گئے، مولٰنا سندھی صاحب فرماتے تھے کہ آٹھ دن میں ہمارے آٹھ سو روپے مولانا محمد امیر صاحب پر خرچ ہوگئے پھر بھی وہ راضی نہ ہوئے اور چلے گئے، اور اس ناراضگی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مولوی صاحب موصوف کو یہ شکایت تھی کہ پیر صاحب کی بی بی صاحبہ، مولوی صاحب کی اہلیہ کو کیوں ملنے نہ آئی

مولٰنا سندھی صاحب یہ بھی فرماتے تھے کہ سات، آٹھ سال مسلسل مدرسین حضرات تنخواہ پر روزانہ لڑتے رہتے تھے، آٹھ سال کے بعد اپنا مدرس مولوی احمد علی صاحب (مولانا لاہوری) پڑھ کر فارغ ہوئے اور پیر ضیاء الدین شاہ صاحب ولد پیر رشداللہ صاحب اور کچھ دوسرے

طالب علم فارغ تحصیل ہوئے۔ بہرحالت مولانا سندھیؒ کے اہتمام ماتحت مدرسہ دارالرشاد اتنا مشہور ہوگیا جو بڑے بڑے علماء دور دراز سے مدرسہ کو دیکھنے کے لئے تشریف لاتے تھے حضرت مولانا شیخ الہند محمود الحسن صاحب صدر مدرس دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند اور مولانا اشرف علی صاحب تھانوی جیسے جید علماء کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں جنہوں نے مدرسہ کا معائنہ فرمایا۔ اور پیر صاحب رشد اللہ صاحب سے علمی مجلیس بھی کیں ان کے علاوہ مولانا غلام محمد صاحب صدر مدرس نعمانیہ لاہور کو خاص طور پر شاگردوں کے امتحانات لینے کے لئے مدعو کیا گیا تھا۔

آٹھ دس سالی کی مسلسل تعلیم اور علمی جد وجہد کے بعد ماہ شعبان ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۱۰ء مورخہ ۱۲ ستمبر کو طلبہ کی رسم دستار بندی کے لئے ایک جلسہ منعقد ہوا۔ جس کی صدارت کے لئے مولانا شیخ حسین بن محسن الانصاری الیمانی کو مدعو کیا گیا، شیخ یمانی، نواب سید صدیق حسن خاں بھوپالی کے استاد اور قاضی شوکانی جیسے عظیم محدث کے شاگرد تھے، ان کو فتح الباری شرح صحیح البخاری کی چودہ جلدیں از بر تھیں کافی معمر ہونے کی وجہ سے اتنے ضعیف اور کمزور ہوگئے تھے کہ اسٹیشن سرہاری سے لے کر گوٹھ پیر جھنڈہ تک محفہ (پالکی) میں بٹھا کر لوگ کندھوں پر اٹھا کر لے آئے تھے، موصوف نے جب مدرسہ میں خطبہ دیا تو ان کے ایک صاحبزادے آپ کو سہارا دے کر کھڑے ہوگئے۔ اس جلسہ میں مندرجہ ذیل حضرات نے علم سے فراغت کی دستار فضیلت باندھی۔

۱۔ پیر میاں ضیاء الدین شاہ خلف رشید مولانا سید رشد اللہ صاحب العلم الثالث

۲۔ مولانا محمد اکرم صاحب ہالائیؒ (محدث)

۳۔ مولانا محمد الیاس صاحب جانی کھتیر و تعلقہ ہالہ

۴۔ مولوی ابوالحسن صاحب درس ہوتی مشائخ والا

۵۔ مولوی جان محمد صاحب درس

تنقید و تبصرہ

ابوریحان البیرونی

مرتبہ لطیف ملک ایم اے، ناشر سنگ میل پبلی کیشنز۔ شاہ عالم مارکیٹ، لاہور، ۴۰۸ صفحات، مجلد۔ قیمت دس روپے

تاریخ اسلام کے چند ممتاز ترین ارباب علم و حکمت و تحقیق میں سے ایک ابوریحان البیرونی تھا۔ اس کی علمی عظمت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ وہ ریاضی، ہندسے، ہیئت، جغرافیہ تاریخ تمدن، علم الآثار اور علم المذاہب پر ایک سو سے زیادہ کتابوں کا مصنف ہے۔ اس کی کتاب الھند تو اس وقت تک اس دور کے ہندوستان کی علوم و فنون اور اہل ہند کے تمدن پر بہترین کتاب ہے۔ البیرونی ایک بے تعصب، صلح کل، آزاد مشرب اور بالائے ہمہ حق پرست حکیم تھا۔ اور اس کے علمی تعلقات ہر مذہب و ملت کے اہل علم سے تھے اور اس نے ان سب سے استفادہ کیا۔ شہرزوری نے البیرونی کے علمی شوق اور ان کی تحقیقی جدوجہد کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔ وہ ہمیشہ علوم کے حاصل کرنے میں محو رہتا تھا۔ اور کتابوں کی تصنیف پر جھکا ہوا تھا۔ وہ اپنے ہاتھ سے قلم کو، آنکھ کو دیکھنے سے اور دل کو فکر سے کبھی جدا نہیں کرتا تھا۔

لطیف ملک صاحب نے بڑی خوش سلیقگی سے اس نادر المثال عالم و محقق شخصیت کے حالات اور اس کی شہرہ آفاق تصنیف کتاب الہند کا لب لباب زیر نظر کتاب میں مرتب کیا ہے۔ عام مطالعہ کے لئے یہ کتاب بڑی دلچسپ اور معلومات افزا ہے۔ امید ہے کوئی سکول و کالج لائبریری اس سے محروم نہیں رہے گی۔ اگر مرتب کتاب کے مندرجہ اقتباسات کے جو ظاہر ہے کافی طویل ہیں حوالے بھی دیتے جاتے، تو بہت اچھا ہوتا۔ بہر حال بحیثیت مجموعی